فقہاء کرام نے چاند دیکھنے سے متعلق قواعد وقوانین
مقرر کیے ہیں آپ بھی ان معلومات سے بہرور ہوں

رُویَتِ ہلال

چاند دیکھنا

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت
تالیف
مفتی محمد فیض احمد اویسی
دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام
حضرت علامہ مولانا سید حمزہ علی قادری

ناشر
عطاری پبلشرز کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

اصدق المقال فی رویۃ الھلال

(رویتِ ہلال)

مصنف

فیضِ ملّت، شمس المصنّفین، اُستاذ العرب والعجم، مُفسّرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مُفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

نمازِ عید مسلمانوں کی ایک اہم عبادت ہے یہاں تک کہ اِس دن مسلمانوں کو حکم ہے کہ نہایت آراستہ ہو کر بارگاہِ حق کے حضور میں حاضری دے اوراس روز نہ صرف دنیوی امور ترک کرے بلکہ باقی اعلیٰ سے اعلیٰ عبادات بھی چھوڑ دے یعنی اس دن روزہ رکھنا ناجائز اور جب تک عید کی نماز ادا نہ کرلے نوافل دوگانہ چھوڑے رکھے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ جتنا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ذی شان عبادت ہے اتنا ہی اہلِ اسلام نے اسے بے قدر بنادیا۔ محض اپنے رسوم اور دنیوی رواج کے ماتحت جب مرضی آئی عید مناڈالی خواہ وہ شرعی احکام کے مخالف کیوں نہ ہو۔ سب سے بڑا دکھ ان علماء کرام سے ہے جنھوں نے اِس کی اہمیت کونظر انداز کردیا اور اور محض عوام کے دباؤ اور رسم ورواج سے مرعوب ہو کر شرعی ضوابط وقواعد سے چشم پوشی فرمائی۔

عیدالفطر ہو یا عید قربان، ان کا دارومدار رؤیت ہلال (چاند دیکھنے) پر ہے اور رؤیت ہلال کے لئے فقہاء کرام نے چند شرائط اوراس کے قواعد وضوابط بیان فرمائے ہیں جو تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب میں وضاحت سے موجود ہیں اور یہ مسئلہ اتنا دقیق (باریک) بھی نہیں کہ جس کے متعلق عوام کو پریشانی میں مبتلا کرنا پڑے اور نہ ہی اختلافی مسئلہ ہے کہ اُسے سنیت (بریلویت) دیوبندیت، وہابیت، مودودیت، رفض وخروج جیسے جھگڑوں میں شامل کیا جائے بلکہ ان قواعد وضوابط پر تمام علماء اہلسنّت بریلوی، دیوبندی، وہابی، مودودی، شیعہ نے اتفاق کیا ہے۔ (ان سب کی تحریریں وتصدیقیں فقیر اُویسی غفرلہٗ کی کتاب ''تنقیح المقال'' میں موجود ہیں) اور نہ یہ سیاست سے متعلق ہے کہ جسے سیاست کا اکھاڑا سمجھ کر بے پرواہی برتی جائے۔ فقیر اُویسی غفرلہٗ نے اس مسئلے پر ۱۳۸۶ھ میں ایک مبسوط کتاب لکھی تھی اب وہ تقریباً نایاب ہے اب اس کا خلاصہ کرکے ''اصدق المقال فی رویۃ الہلال'' کے نام سے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں

؎ گر قبول افتدز ہے عزوشرف

تنبیہ

فقیر نے یہ رسالہ صرف دینی خیر خواہی کے جذبات کے تحت لکھا ہے فقیر کو نہ تو کسی سے مخالفت ہے اور نہ ریڈیو کی خبر کو

معتبر ماننے والوں سے عناد اور نہ ہی مجھے کسی عالم دین سے تعصب۔ اگر خدانخواستہ کسی صاحب کو میری اس مختصر تحریر سے اختلاف ہے تو بجائے اپنے حلقہ اثر میں شور کر کے تردیدی کلمات شائع کرنے کے فقیر سے ہی بذریعہ مراسلہ یا بالمشافہہ تبادلۂ خیالات فرمائیں تا کہ ان صاحب کی اس الجھن سے عوام بے چاروں کو پریشانی کا شکار نہ ہونا پڑے۔ اگر ان کو سرے سے فقیر سے مخالفت کا شوق ہے یا جماعت کو خوش کرنا اور عوام کو پریشان کرنا اور دینی ماحول کو تنگ رکھنا مقصود ہے تو کھل کر کھیلیں دنیا چند روزہ ہے۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۷۷)

''دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی۔''

نوٹ

یہی تنبیہ فقیر نے اپنی کتاب میں لکھی لیکن بفضلہ تعالیٰ ۱۳۸۶ھ تا حال ۱۳۹۲ھ کسی صاحب نے نہ تو اس کا رد لکھا اور نہ ہی بالمشافہہ گفتگو کی اور اب بطور چیلنج عرض ہے کہ کوئی مرد میدان اس کے متعلق اپنی رائے زنی فرمائے تو فقیر اُویسی غفرلہ کا قلم اس کی خدمت کے لئے وقف ہے۔

فقط والسلام

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

☆☆☆

☆☆

☆

مقدمہ

آئے دن شرعی امور پر قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی نظروں سے شریعت کا وقار گھٹتا چلا جا رہا ہے، آج وہ کون سا خوش قسمت مسئلہ ہے جس پر خود عوام مجتہدانہ گفتگو نہ کرتے ہوں، یہ سب کچھ موجودہ علماء کرام و مشائخ عظام کی چشم پوشی کا نتیجہ ہے، ورنہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا تاریخی دور نہیں کہ مسئلہ خلق قرآن

پر اپنی زندگی قربان کردی۔ اپنی جان تو دے دی لیکن مسئلہ کی جان تا قیامت محفوظ کرالی اور آج ہم ہیں کہ شریعت کی کھلے بندوں توہین ہورہی ہے مگر ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ معرکتہ الآراء (زبردست اورزورآور) مسائل پیچیدگی کی وجہ سے حل نہ ہوں، تو علیحدہ بات ہے لیکن ہمارے علماء کرام و مشائخ عظام ان مسائل کی وضاحت سے بھی سر بگریبان ہیں جن کو ہمارے اسلاف مجمع علیہ کا رتبہ دے گئے۔ مثلاً مسئلہ رویت ہلال یہ کون سا اتنا مشکل مسئلہ ہے کہ جس سے ہم ہر سال دو چار ہوتے ہیں۔ حالانکہ ریڈیو کی ایجاد سے قبل ہی نہیں بلکہ بعد میں بھی عرصہ تک نہایت سکون سے عید و روزہ ادا ہوتی رہیں، لیکن جب سے ہم نے اِس مسئلہ کی باگ ڈور ریڈیو کے ہاتھ میں دی ہے، ہر سال کوئی نہ کوئی اختلاف خواہ مخواہ پیدا ہو ہی جاتا ہے، مجھے علماء کرام و مشائخ عظام سے تعجب ہے کہ وہ اپنی علمی طاقت کے مالک ہونے کے باوجود اپنی بے بسی کا ثبوت دے رہے ہیں اپنی بے بضاعتی (بے سامانی) کا مجھے خود احساس ہے لیکن صرف ملک وملت کی خاطر حضرات علماء کرام و مشائخ عظام سے نہایت عاجزانہ گذارش کروں گا کہ میری اِس مختصر تحریر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر اِس میں ملک وملت کی بہبودی ہے تو میرا ہاتھ بٹایئے ورنہ جہاں اور اُمور طے کرنے پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں، اگر اِس مسئلہ پر بھی معمولی توجہ مبذول فرمائی جائے تو ملک وملت کا بھلا ہوگا۔

قطع نظر اسلاف کی تصریحات کے قرآن پاک نے بھی اِس مسئلہ کی کھلے الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے:

قال عزاسمه : فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۸۵)

"تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔"

آیت میں روزہ رکھنے، اسی طرح عید منانے کو چاند کے موجود ہونے پر موقوف رکھا ہے یہ حکم عام روز قیامت تک کے آنے والوں کے لئے یکساں ہے لیکن اِسے عام ماننے سے اشکال یہ ہے کہ مطالع کے اختلاف سے حکم مختلف ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عرب میں اِسی طرح دوسرے ممالک میں چاند تو ہوتا ہے لیکن ہم پر نہ روزہ فرض ہے نہ عید واجب، اِس اشکال کو حضور ﷺ نے ذیل کی ہدایات سے دور فرمایا

چاند کے متعلق حضور سرور عالم ﷺ کی ہدایات

(۱) ان رسول اللہ ﷺ قال صوموا الرؤیته وافطروا الرؤیته وانسکوا لها فان غم علیکم فاتموا ثلاثین یوما فان شهد شاهد ان مسلمان فصوموا وافطروا (رواہ احمد)

یعنی تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر افطار کرو اور اِسی کے حساب سے قربانی کرو۔

اور اگر اَبر و غبار وغیرہ کے باعث (انتیس ۲۹ کو) چاند نظر نہ آئے تو مہینہ کے تیس دن پورے کرو اور اگر (انتیس ۲۹ کو) دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو ان کی شہادت کے مطابق روزہ رکھو۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال انی رأیت الھلال یعنی ھلال رمضان فقال اتشھدان لا الہ الا اللّٰہ قال نعم قال اتشھد ان محمد رسول اللّٰہ قال نعم قال یابلال اذن فی الناس ان یصوموا غدا

(رواہ ابو داؤد)

یعنی ایک اعرابی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، تحقیق میں نے (ابر کی حالت) میں رمضان کا چاند دیکھا ہے حضور نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللّٰہ کی گواہی دیتا ہے۔عرض کیا جی ہاں، فرمایا کیا تو محمد رسول اللّٰہ کی گواہی دیتا ہے عرض کیا جی ہاں۔فرمایا اے بلال (مقامی طور پر) شہر میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔

(۳)۔۔۔عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لاتصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروا لاان غم علیکم فاقد والہ وفی روایۃ فان الشھر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروا لافان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین (متفق علیہ)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہ روزہ رکھو اور نہ ہی عید مناؤ جب تک چاند نہ دیکھ لو ہاں اگر گرد و غبار ہو تو چاند کی گنتی پوری کرو۔

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحتسب الشھر ھکذاو ھکذا وھکذا رعقد الابھام فی الثالثۃ ثم قال الشھر ھکذا ھکذاھکذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرۃ تسعاوعشرین ومر ۃ ثلاثین (متفق علیہ)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہماری امت اَن پڑھ ہے نہ تو ہم لکھتے ہیں اور نہ ہی گن سکتے ہیں چاند کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے کبھی تیس دن کا (ملخصاً)

(۵) عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ شھرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجۃ. (متفق علیہ)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چاند کی تواریخ سے کمی بیشی یعنی انتیس ۲۹ دن ہونے سے دونوں عیدوں اورروزوں کے ثواب میں کمی نہیں آتی۔

(۶)عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ احصوا ھلال شعبان رمضان (رواہ الترمذی)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رمضان شریف کے لئے شعبان کی گنتی کرو۔یعنی شعبان کا چاند وقت پر دیکھ لیا کروتا کہ رمضان کے چاند میں اختلاف پیدا نہ ہو۔

(۷) عن ابی البختری قال خرجنا للعمرۃ فلما نزلنا ببطن نخلۃ ترا اینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعضھم ھو ابن لیلتین فلقینا ابن عباس فقال انا رأینا الھلال فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث وقال بعض القوم ھو ابن لیلتین فقال ای لیلۃ رأیتموہ قلنا لیلۃ کذا کذا فقال ان رسول اللّٰہ ﷺ مدہ للرؤیۃ فھو للیلۃ رأیتموہ (رواہ مسلم)

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم بطن نخلہ میں سفر کر رہے تھے، اترے تو چاند دیکھا گیا کوئی کہتا آج تیسری کا ہے کوئی کہتا آج چوتھی کا ہے۔ہم اِس کے بعد حضرت ابن عباس کو ملے اور کہا کہ چاند کے متعلق ایسے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں، آپ نے فرمایا اِیسے ہی ہمارے ساتھ ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ کی خدمت میں چاند کو دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ آج تیسری کا ہے آج دوسری کا ہے آپ نے ہم سب سے پوچھا کہ تم نے کب دیکھا ہے ہم نے کہا ہم نے آج دیکھا ہے آپ نے فرمایا بس آج ہی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِسے رویت پر موقوف رکھا ہے (تو بقواعد شرعیہ) جس رات تم نے دیکھا ہے اِسی رات کا ہے (اِس میں اپنی رائے قیاس کو دخیل نہ بناؤ)

فائدہ

جو لوگ آج بھی چاند کو بڑا چھوٹا اونچا نیچا دیکھ کر قیاس آرائیاں کرتے ہیں کیا یہ حضرات اِس حدیثِ پاک پر غور فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائینگے اور پھر ہماری طرح اِس بات پر پختہ ہو جائیں گے کہ چونکہ ہم نے کل نہیں آج دیکھا ہے فلہٰذا ہم چاند آج کا مانیں گے۔مزید برآں اور سب سے بڑھ کر دافع اوہام (وہم ختم کرنے والا) یہ ہے کہ طبرانی سے معجم کبیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

من اقتراب الساعۃ انتفاخ الاھلۃ

قربِ قیامت کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ ہلال بڑے نظر آئیں گے

معجم اوسط میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من اقتراب الساعۃ ان یری الھلال قبلا فیقال ھو للیلتین (الحدیث)

قربِ قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ ہلال سامنے نظر پڑے گا دیکھنے والا کہہ دے گا کہ یہ دوسری کا ہے۔

ازالۂ توھمات از احادیث سرورِ کائنات

(۱)۔۔۔عن ربعی بن حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عند النبی ﷺ باللہ لاھل الھلال امس عشیۃ فامر رسول اللہ ﷺ ان یفطروا (رواہ احمد وابوداؤد) رجالہ رجال الصحیح وجھالۃ الصحابی غیر قادحۃ

(نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۶۰)

حضور نبی پاک ﷺ کے زمانہ اقدس میں رمضان کی آخری تاریخ میں عید کے چاند کے متعلق اختلاف ہوا یعنی چاند کے متعلق تحقیق نہ ہوسکی تو دو دیہاتی حاضر ہوئے انہوں نے چاند کے متعلق عینی شہادت پیش کی پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل روزہ نہ رکھنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ساتھ ہی فرمایا کہ عیدگاہ میں نماز عید پڑھیں گے۔

فائدہ :

محبوبِ خدا شارعِ شرعِ کبریا ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی ہمارے دور کی طرح چاند کے متعلق اختلافات ہوتے تھے لیکن آپ نے اپنی اُمت کو طریقہ بتایا کہ اپنے اپنے مقامات پر چاند دیکھنے کے لئے خوب جدوجہد کرو اگر چاند نظر آجائے تو فبھا ورنہ دوسرے علاقوں سے خبر لینے اور بھاگا دوڑی کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ نے عمداً فرمایا ورنہ وہ خود اپنی بصارتِ کریمہ کے مطابق عمل فرماتے تو چاند بیچارہ کیا شئے ہے۔ جب اُن سے خدا ہی نہ چھپا اور عالم علویات کی طرف نظر فرماتے تو عرشِ معلےٰ قدوسی (بڑا پاک)، ملکوتی (فرشتوں جیسا) کب اوجھل تھے۔ لیکن نہ صرف اِس لئے کہ امت اپنی

شریعت کے قاعدہ کو بخوبی سمجھ سکے۔ اِسی طرح قطع نظر آپ کے علومِ غیبیہ کے اور دور ونزدیک کو یکساں دیکھنے اور جاننے کے اگر چاند کو دوسرے علاقوں سے معلوم کرنا ضروری ہوتا تو آپ کے ہزاروں جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانہ وار موجود ہوتے حکم ملتے ہی عالم دنیا کے کونے کونے میں پھیل جاتے اور چاند کو لامحالہ (ضرور) تلاش کرلاتے اور دیر بھی نہ لگتی اِس لئے کہ اُن کے ہاں وہ تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ موجود تھے کہ جن کی تیز رفتاری ہوا سے باتیں کرتی تھی۔ ہماری کاروں، جیپوں کی تیز رفتاری اُن کے مقابلہ میں عشر عشیر (بہت تھوڑا سا) بھی نہیں، لیکن باوجود مدینہ میں حضور نبی پاک ﷺ نے انتیس رمضان المبارک کی شام کو چاند نہ ملنے پر اطمینان سے اپنے یاروں سمیت روزہ رکھنے کا تہیہ فرمایا لیکن ایک ہم ہیں کہ ادھر چاند کی انتیس ہوئی ادھر ہم بے قرار ہوگئے اور فوراً ٹیلیفون اٹھایا اِدھر ریڈیو کی طرف کان دھرے۔ کہیں سے بھی ایک مردہ خبر ملی تو ہم فوراً چونک پڑے کہ لو چاند مل گیا ہے فلہٰذا کل عید ہے نہ دیکھا کہ اس طرح سے ہمارے خدا اور رسول (عزوجل و ﷺ) کے منشا کے مطابق عید ہے یا نہیں۔ ریڈیو اور ٹیلیفون وغیرہ سے ہم عید وغیرہ منا بھی سکتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال ہمارا موجودہ طریقہ اپنے آقا سید الانبیاء ﷺ کے سراسر مخالف ہے۔

(۲) عن امیر مکۃ الحارث بن حاطب قال عھد الینا رسول اللّٰہ ﷺ ان ننسک للرؤیۃ فان لم نرہٗ وشھد شاھد اعدل نسکنا بشھادتھما (رواہ ابوداؤد والدار قطنی وقال ھذا اسناد متصل صحیح)

حضرت حارث امیر مکہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ہم سے عہد و پیمان لیا کہ ہم روزہ وعید وغیرہ چاند دیکھے بغیر (باقی کسی دوسری باتوں سے) نہیں منائیں گے اگر ہم خود نہ دیکھ سکیں تو جب تک دو معتبر عادل گواہ گواہی نہ دیں۔

فوائد :

افسوس کہ آج اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے عہد و پیمان کو بھول گئے کہ چاند کے متعلق گواہی لینے کا نام تک اڑا دیا بلکہ جہاں کہیں سنا کہ چاند ہوگیا تو فوراً عید ہوگئی نہ کسی عالم دین کی مانی جائے گی اور نہ ہی اُن سے قاعدہ شرعیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہمارے حکام اور ہمارے چودھری اور زمیندار وڈیرے کچھ تو اپنے نبی پاک ﷺ کے اس عہد و پیمان کی لاج رکھیں۔

اے حضرات علماء کرام! اگر وہ لاج نہیں پالتے تم تو حضور نبی پاک ﷺ کی گدی مبارک کے وارث ہو تم ہی کچھ توجہ

فرماؤ۔ چاند کے قانون شرعی پر ڈٹ جاؤ۔ جیل میں جانا یا مشاہرات اور وظائف کی بندش یا ان دنیاداروں کی دھمکیوں سے کیوں گھبراتے ہو۔ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی شریعت کو زندہ رکھنے پر ہمت کرو ورنہ قیامت میں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔

لطیفہ وحکایت :

ہر زمانہ میں ایسے مواقع درپیش ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں مجھ جیسوں کو تکلیف کا نشانہ بنانا پڑتا ہے۔ ایک عالمِ دین چاند کے مسئلہ پرسختی سے پابند تھا اکثر لوگ عید کی نماز پڑھ دیتے اور وہ روزہ سے ہوتے اُن کے شہر کے بعض جاہل بڑے تنگ ہوئے ۔ اُنہوں نے چند لفنگوں سے داڑھی شرعی رکھائی اور ظاہری سیرت وصورت شریعت کے مطابق بنوائی اور سکھایا کہ رمضان شریف کی ۲۹ کی مغرب کے بعد فلاں محلہ کے چاند خان کو دیکھ کر مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر قسم کھا کر کہہ دو کہ ہم نے چاند کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک سال تو مولانا صاحب دھوکہ کھا بیٹھے دوسرے سال پھر وہی ٹولہ حاضر ہوا اور چاند دیکھنے کی قسم کھا گئے۔ مولانا صاحب بھانپ گئے کہ یہی ٹولہ گذشتہ سال حاضر ہوا اب بھی وہی ہیں۔ تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں چاند آسمان سے کیا غرض یہ فلاں محلّہ کے چاند خان کو دیکھ کر ایسے ہی کہہ دیتے ہیں۔ یہ تو زمانہ سابق کا معاملہ ہے اور ہمارے زمانہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ ایسے چاند خان دیکھنے والے ہزاروں ملتے ہیں۔ فلہٰذا اے مسلمان بھائیو! خدارا سوچو اور ایسے ہی اپنی نماز عید اور روزے برباد نہ کرو۔

(۲) عن کریب ان ام الفضل بعثته الی معاویة بالشام فقال فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علی رمضان وانا بالشام فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قد مت المدینة فی آخر الشهر فسأ نی عبدالله بن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال فقلت رأینا لا لیلة الجمعة فقال انت رأیتهٔ فقلت نعم وراه الناس وصامو اوصام معاویة فقال لکنا رأینالا لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین اونرالا فقلت الاتکتفی برؤیة معاویة وصیام فقال لاهکذاامرنا رسول الله ﷺ

(رواه الجماعة الاالبخاری وابن ماجه)

حضرت کریب کو بی بی ام الفضل نے کسی کام کے لئے ملک شام بھیجا وہ فرماتے ہیں، میں جب شام کے ملک میں پہنچا کاروبار کے اثناء میں وہاں چاند رمضان شریف کا نظر آیا پھر فراغت میں واپس مدینہ طیبہ چلا گیا تو جب وہاں پہنچا

توعبداللہ بن عباس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ ہم نے جمعہ کودیکھا آپ نے فرمایا کیا تو نے خود بھی دیکھا میں نے کہا ہاں بلکہ میرے ساتھ اور بھی بہت لوگ تھے انہوں نے بھی دیکھا بلکہ شام کے امیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا۔حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتہ کے دن دیکھا اور ہم اسی طرح تیس روزے پورے کریں گے یا چاند آنکھوں سے دیکھ لیا تو عید منائیں گے میں نے کہا کیا آپ امیر معاویہ کی رویت اور روزہ کو معتبر نہیں سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اِس لئے کہ ہم حضور نبی پاک ﷺ کے ارشادِ گرامی کے پابند ہیں۔آپ نے ہمیں ایسے ہی فرمایا تھا۔

فائدہ :

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ چاند کے متعلق کہیں نظر آنا عید و روزہ کو واجب نہیں کرتا بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کے متعلق شرعی گواہی ہو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو کریب رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کی بات کو نہ مانا حالانکہ آج کل ہزاروں شہادتیں ان پر قربان کی جائیں تو روا ہے لیکن چونکہ شرعی نصاب پورا نہ تھا اسی لئے ان کی بات نہ مانی گئی۔یہی ہم کہتے ہیں کہ مانا رویت ہلال کمیٹی یا کسی شہر کے لوگوں نے چاند کو دیکھ لیا ہوگا لیکن چونکہ ہم تک ریڈیو کی خبر پہنچی ہے اسی لئے نا قابل قبول ہے، بلکہ رویت ہلال کمیٹی کا بہت بڑا عہدیدار بھی یہاں آکر بیان کرے تب بھی اِسی حدیث کے مطابق غیر قابلِ قبول ہے۔

چاند کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ان ہدایات سے شریعت مطہرہ کا یہ اصل قانون اور ضابطہ وقاعدہ مقرر وواضح ہو گیا کہ ثبوت رمضان شریف وہلال عید کے لئے شرعاً ضروری ہے کہ ۲۹ کو عام رویت ہو یا مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں کم ازکم دو مسلمانوں کی شہادت ہو یا مہینہ کے تیس دن پورے کیے جائیں البتہ ابر کی حالت میں صرف ثبوتِ رمضان کے لئے کسی ایک شخص کی شہادت کافی ہے بشرطیکہ وہ مسلمان غیر فاسق ہو اور سامنے آکر بیان کرے جیسا کہ اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔رویت شہادت اور تیس دن کی تکمیل کے علاوہ ریڈیو، تار، اخبار وغیرہ کسی ذریعہ کی خبر واطلاع واعلان چاہے کتنا ہی معتبر، قابل اطمینان ویقین اور موجب غلبہ ظن ہو ضابطہ شریعت وشہادت کی تعریف ومعیار پر پورا نہ اترنے کے باعث دوسرے شہر کے لئے ہرگز قابل قبول وقابل اعتبار نہیں اور اس پر عمل کرنا محض ناجائز وگناہ، مداخلت فی الدین اور روزہ، عید کو برباد کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چاند

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چاند کو لوگ دیکھ رہے تھے کسی کو چاند نظر نہ آیا اُن میں سے ایک نے چلّا کر کہا کہ لو دیکھو چاند ہو گیا۔ سب لوگ حیران ہوئے۔ حضرت عمر نے اس شخص کے ابرو پر ہاتھ پھیر کر فرمایا اب چاند نظر آتا ہے اُس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تیرے ابرو کے بال تجھے چاند بن کر نظر آرہے تھے۔

فائدہ :

غور فرمایئے یہ اُس زمانہ کی بات ہے جسے خیر القرون کہا جاتا ہے اور اب ہمارے حالات شرعی اُمور میں کتنا گرے ہوئے ہیں۔ اِس کے باوجود اُس وقت اگر غلطیاں ہو سکتی ہیں تو اب اِس سے کہیں اور زیادہ خطرہ ہے اِسی لئے شریعت پاک نے ضابطہ قائم فرمایا کہ ابر و غبار میں دو معتبر شرعی گواہ ضروری ہیں اور اگر مطلع صاف ہو تو جماعتِ کثیرہ ضروری ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل اِن شرعی ضابطوں کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی منوائی جاتی ہے۔

فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان

مشائخ وعلماء کرام کے لئے لمحہ فکریہ

چاند کے متعلق ہر دور میں اختلاف رہا ہے۔ حکومت کے پرست علماء ہمیشہ حکومت کی طرفداری کرتے لیکن جن کا سینہ نورِ ایمان سے منور ہوتا ہے تو وہ کسی کی پرواہ کئے بغیر احکامِ شرعیہ کی سختی سے پابندی کرتے ہیں چنانچہ صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو، اکبر بادشاہ کے دور میں عید کے چاند میں اختلاف ہو رہا تھا۔ شرعی ثبوت سے پہلے ہی اکبر نے عید کا اعلان کر کے لوگوں کے روزے تڑوا دیئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ (سیدنا) مجدد صاحب (الف ثانی قدس سرہٗ) اِسی روز ابوالفضل (اکبر بادشاہ کے وزیر) سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ حضرت مجدد روزے سے ہیں۔ اُس نے وجہ دریافت کی، حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا چاند کے متعلق اَب تک شرعی شہادت مہیا نہیں ہوئی ہے۔ ابوالفضل نے کہا "بادشاہ نے خود دیکھا ہے"۔ سیدنا مجدد رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ فرمایا "بادشاہ بے دین است اعتبار ندارد" بادشاہ بے دین ہے اس کا اعتبار نہیں۔ ابوالفضل خفیف سا ہو کر رہ گیا پھر بھی اس نے پانی کا پیالہ اٹھا کر آپ کے منہ سے لگا دیا لیکن آپ نے ہاتھ جھٹک دیا اور اُسی وقت غصہ میں قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور کہلا بھیجا کہ اہلِ علم سے ملاقات کے لئے احترام شرط ہے۔ ابوالفضل کو ندامت ہوئی اور عذر و معذرت (معافی) کے بعد پھر سلسلۂ ملاقات جاری

ہوگیا۔(علماءِ ہند کا شاندار ماضی جلد اصفحہ ۱۸۶)

غور کیجئے۔حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے جابر بادشاہ کو اُس کے وزیر کے سامنے بے دین فرمادیا اور ابو الفضل مسٹر نہ تھا بلکہ دورِ حاضرہ کے علماؤں سے علمی لحاظ سے درجہا فاضل تھا لیکن درباری مولوی تھا اور سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کسی عہدہ پر فائز نہ تھے بلکہ آزادی سے دین کی خدمت کررہے تھے لیکن بے باک ہوکر فرمادیا جو کہنے کا حق تھا۔ افسوس کہ آج کل ہمارے مولوی چودھری، زمیندار یا کسی حاکمِ وقت کے معمولی دباؤ سے ہزاروں بندگانِ خدا کے روزے تڑوادیتے ہیں بلکہ بعض ایسے بھی دیکھے گئے کہ حکام یا زمینداروں کے خوف سے عید بھی پڑھادی اور روزہ بھی نہ توڑا کیا خوب بات ہے۔

شہادتِ رؤیت

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ نمازِ عید ایک اہم عبادت ہے اور جتنی یہ اہم ہے اتنی ہی اِس کی ادائیگی کے لئے شرائط وقیود (شرطیں اور پابندیاں) اور قواعد وضوابط ہیں اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ اِس کا دارومدار رویتِ ہلال پر ہے اور رویتِ ہلال کے لئے ہمارے فقہاء کرام احناف نے سات طریقے بتائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1)۔۔۔شہادتِ رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، مثلاً کہے کہ میں نے فلاں دن کی شام کو چاند دیکھا، خواہ مجلسِ قضاء میں کہے یا نہ وغیرہ وغیرہ۔لیکن گواہی دینے والا مسلمان، عاقل وبالغ اور غیر فاسق ہو۔ یہ اس وقت ہے جب کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، ورنہ ایک جماعتِ عظیم ضروری ہے کہ وہ چشم دید (آنکھوں سے) چاند دیکھنا بیان کریں جن کے بیان سے خوب غلبۂ ظن (وہم کا غلبہ) ہوجائے کہ اتنے لوگوں کا غلط پر اتفاق محال مانے خواہ وہ غلام ہوں یا فاسق ہوں وغیرہ۔پھر وہ قاضیِ شرع کے پاس آکر لفظ **اَشْهَدُ** ہی دیں، یوں کہیں کہ"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا" جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کے قائم مقام ہے، ورنہ مسلمانوں کے سامنے بغیر لفظ **اَشْهَدُ** کے ان کا بیان کافی ہے۔عیدین میں اگر مطلع صاف ہو تو وہی جماعتِ عظیم درکار ہے۔درمختار میں ہے کہ:

قیل بلا دعویٰ وبلا لفظ اشهد وحكم ومجلس قضاء للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل اومستور لافاسق اتفاقا الخ ولو قنا اوانثى بين كيفية الرؤية اوعلى المذهب ومع العلة نصاب الشهادة ولفظ اشهد ولو كانو ببلدة لاحاكم فيها وصاموا بقول ثقة وافطروا اباخبار عدلين مع العلة

للضرورة وقیل بلا علة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبر هم .

شهادت علی الشهادت

یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر ان کو گواہ کیا۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہِ اصل، گواہ فرع سے کہے کہ گواہ ہو جاؤ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا'' اور پھر گواہانِ فرع یوں گواہی دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں، سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا، اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اِس گواہی پر گواہ رہ۔ لیکن یہ اِس وقت ہے جس وقت اصل گواہ موقع پر حاضر ہونے سے معذور ہوں۔

درمختار میں ہے

الشهادة علی الشهادة مقبولة وان کثرت استحساناً فی کل حق علی الصحیح الافی حدوقود بشرط تعذر حضورالاصل بمرض اوسفر واکتفی الثانی بغیبه بحیث یتعذ ران یبیت باهلهٖ واستحسنه غیرواحد وفی القهستانی والسراجیة وعلیه الفتویٰ واقره المصنف لکون المرأة محذرة لاتخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام (قنیه) عند الشهادة عندالقاضی قیل للکل وبشرط شهادة عددنصاب ولورجلا وامرأتین عن کل اصل ولو امرأة لاتغائر فرعی هذاوذالک وکیفیتها ان یقول الاصل مخاطباً للفرع ولو ابنه (بحر) اشهد علی شهادتی انی اشهد بکذا ویقول الفرع اشهد ان فلانا اشهدنی علیٰ شهادته بکذا وقال لی اشهدعلیٰ شهادتی بذالک (آه)

مختصراً۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے:

وینبغی ان یذکر الفرع اسم الشاهد الاصل واسم ا بیه وجده حتی لوترک ذالک فالقاضی لایقبل شهادتهما.

شهادت علی القضا

یعنی دوسرے کسی اِسلامی شہر میں حاکمِ اسلام قاضی شہر کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں، اور اِس نے ثبوتِ

ہلال کا حکم دیا۔ دو عادل شاہد اِس گواہی وحکم کے وقت حاضر دار القضاء (قاضی کی عدالت یا کچہری) تھے، اُنہوں نے حاکمِ اسلام قاضی شرع یا مفتی کے یہاں کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو چاند ہونے کی گواہیاں گزریں، اور حاکم موصوف نے اُن گواہیوں پر ثبوت ہلالِ مذکور شام فلاں روزہ کا حکم دیا۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے۔

لو شهدوا ان قاضی بلدة کذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فی ليلة کذا وقضی بشهادتهما جاز لهٰذا القاضی ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضی حجة وشهدوا به.

کتاب القاضی الی القاضی

یعنی قاضیِ شرع جسے سلطانِ اسلام نے فیصلِ مقدمات کے لئے مقرر فرمایا ہو، اِس کے سامنے شرعی گواہی گذری، اُس نے دوسرے شہر کے قاضیِ شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اِس مضمون پر شہادتِ شرعیہ قائم ہوئی اور اُس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا ہو جس سے کافی امتیاز واقع ہو اور وہ خط دو گواہوں کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے، وہ باحتیاط اس خط کو اُس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اُس کا ہے۔ اگر یہ خط ڈاک میں ڈال دیا، یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں۔ اگرچہ وہ خط قاضی کا معلوم ہوتا ہو، اور اُس پر اِس کی اور اُس کے محکمۂ قضاء کی مہر بھی لگی ہو درمختار میں ہے:

"القاضی يكتب الی القاضی يحكمه وان لم يحكمه كتب الشهادة ليحكم المكتوب اليه بهاعلىٰ رايه وقرأ الكتاب عليهم او اعلمهم بمافيه وختم عندهم وسلم اليهم بعد كتابة عنوانه وهوان يكتب فيه اسمه واسما المكتوب اليه وشهادتهما واكتفی الثانی بان يشهد هم انه كتابه وعليه الفتوىٰ الخ

نذر غرر میں ہے:

لايقبله ايضاً ولا بشهادة رجلين اورجل وامرأتين لان الكتاب قديزوّر ازالخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ولا يثبت الا بحجة تامة ." (فتاویٰ رضویہ)

استفاضہ

یعنی جس اسلامی شہر میں حاکمِ شرع قاضی اسلام ہو کہ احکامِ ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہوں اور وہ خود عالم اور اُن احکام میں علم پر عامل وقائم ، یا کسی عالمِ دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے، وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان رہتے ہوئے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن پر بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی ، مجرد (تنہا اور اکیلا) بازاری افواہ کی خبر اُڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں۔ پوچھئے تو یہی جواب ملتا کہ سنا ہے، یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی حکایت کہ اُنہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی۔ ایسی خبر ہرگز استفاضہ (فائدہ حاصل کرنا) نہیں، بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بلا تفاق وہ خبر دیں، یہ خبر اگر چہ مذکورہ چار شہادتوں کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر اس مستفیض (فائدہ پہچانے والی) خبر سے بالیقین یا غلبہ ظن ملحق بالیقین ہو کہ رویت ثابت ہو جائے گی۔

یہ اُس وقت ہو گا جب کہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو اس طریقے سے حجتِ شرعیہ ثابت ہو جائے گی لیکن واضح ہو کہ جہاں نہ قاضیِ شہر ہو اور نہ مفتیِ اسلام ، یا مفتی عالم مستند ہے مگر اُس کے منتظر احکام نہیں، اپنے قیاسات (اندازہ لگانا) فاسدہ پر جب چاہے عید اور روزہ قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت ، بلکہ تواتر اصلاً قابل قبول نہیں کہ اِس سے کسی حجت شرعیہ کا ثبوت نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔

نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخریٰ لزمهم علی الصحیح

(مجتبی وغیرہ) ردالمحتار میں ہے:

هذا الاستفاضة لیس فیها شهادة علیٰ قضاء قاض ولا علیٰ شهادة لکن لما کانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان البلدة لاتخلو عن حاکم شرعی عادة فلابدمن ان یکون صومهم مبنیا علیٰ حاکمهم الشرعی فکانت الاستفاضة بمعنی نقل الحکم المذکور الخ اسی میں ھے : قال الرحمتی معنی الا ستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبرون عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن رؤیة مجرداً الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها کما وردان فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة ویتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لاندری من قالها فمن هذا لا ینبغی ان یسمع

فضلا من ان یثبت به حکم آه قلت وھو کلام حسن ویشیر الیه قول الذخیرۃ اذااستفاض بتحقیق فان التحقیق لایوجد بمجرر الشیوع

"تنبیه الغافل والوسنان علیٰ احکام ھلال رمضان" میں ہے

لما کانت الا ستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بھا ان اھل تلک البلدۃ صاموالزم العمل بھا لان المرار بھا عدۃ فیھا حاکم شرعی. (فتاویٰ رضویہ)

اب آپ کو یہ معلوم کرنا لازم وضروری ہے کہ استفاضہ کیا ہے۔ طحطاوی علی الدر المختار جلد اول صفحہ ۴۴۸ میں ہے

قوله نعم لواستفاض ای کثر الخبر واشتھر ولم یبینوا له حداوالظاھر انه یعتبر فیه تحدث غالب اھل البلدبه اونصفھم قوله علی الصحیح من انهٔ لاعبرۃ باختلاف المطالعیعنی لو

استفاض کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی خبر بہت پھیلی اور مشہور ہوگئی اور فقہانے یہ خبر لانے والوں کی کوئی تعداد نہ بتائی اور ظاہر یہ ہے کہ استفاضہ میں اکثر اہل شہر کے خبر دینے کا اعتبار کیا جائے گا یا نصف شہر والے خبر دیں اور علی الصحیح من المذھب کا مطلب یہ کہ اختلاف مطالعہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اب آگے یاد رکھئے کہ جماعاتِ کثیرہ سے مراد اکثر اہلِ شہر اور کم از کم نصف شہر والے مسلمان ہیں، تار، فون، ریڈیو، اخبار، ٹیلی پرنٹر سب ختم ہوگئے۔

فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی صاف تصریح فرمانے کے بعد بھی آج کے مدعیان (دعویٰ کرنے والے) مولویت افواہ اور حکایت کو بھی زبردستی خبر مستفیض بنا کر حدود شرعیہ کو توڑنا چاہتے ہیں جس طرح ابنائے وطن نے ایک غیر ذی روح بے جان جسم لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر نمازوں میں اقتدا کرادی اگر کسی دلیل پر بھی نظر نہ کی جائے تو کیا نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا بدعت اور بدعت سیۂ نہ ہوگا؟ کیا جماعتِ کثیرہ میں مکبروں کا مقرر کرنا مشہور ومعروف سنت نہیں ہے اور یہ سنت اِس لاؤڈ اسپیکر کے لگانے سے مٹے گی یا نہ، اور جس کام سے کوئی سنت مٹے تو کیا وہ بھی بدعتِ سیۂ نہ ہوگا؟ اِسی طرح اب شہادت ورؤیت کی حدود وقیود کو بالائے طاق رکھ کر آج کے نوایجاد بے جان آلات خبر رساں پر رکھ دینا چاہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک. افواہ کے غیر معتبر ہونے کے متعلق منحة الخالق وردالمختار سے رحمتی کی عبارتوں میں بیان ہوا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت سیدی شاہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک اور صورت بھی متصور ہے کہ دوسرے شہر سے جماعاتِ کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا، ظاہراً اُس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم

شرع کا ہونا ضرور نہیں رؤیت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے

لقولہ علیہ السلام صوموا الرؤ یتہٖ وافطروا الرؤیتہٖ (فتاویٰ رضویہ)

اکمالِ عدت

یعنی جب ایک مہینے کے تیس دن پورے ہوجائیں تو ماہِ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہوجائے گا کیونکہ مہینہ کا تیس سے زائد نہ ہونا یقینی ہے۔ کما قال علیہ السلام فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین.

توپیں سننا

علامہ شامی نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر و دیہات والوں کے لئے دلائل ثبوت ہلال سے گِنا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اِسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کی خبر بحالت ثبوت شرعی رؤیت ہلال ہوا کرتے ہوں، ورنہ شہر اگرچہ اسلامی ہو مگر وہاں احکامِ شرعیہ کی قدر نہیں، احکام جہاں بے خرد کے حوالہ ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم، نہ اُن کے اتباع کی پرواہ، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگادیا۔ توپیں چل گئیں تو ایسی بے سروپا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں۔

ردالمحتار میں ہے

قلت والظاھر انہ یلزم لاھل القریٰ ان یصوم بسماع المدافع اوررؤیتہ القندیل من المصرلانہ علامۃ ظاھرۃ مفیدۃ غلبۃ الظن موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ واحتمال کون ذالک لغیر رمضان بعید اذلا یعقل مثل ذالک عادۃ فی لیلۃ الشک الالثبوت رمضان

منحۃ الخالق میں ہے

لم یذکروا عندنا العمل بالا مارات الظاھرۃ الدالۃ علیٰ ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علیٰ سمعھا فمن کان غائباً من المصر کاھل القریٰ ونحوھا کما یجب العمل بھا علیٰ اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود الخ

رؤیت کے غلط طریقے

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدی احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

غرض ثبوتِ ہلال کے شرعی طریقے یہ ہیں، اُن کے سوا جس قدر طریق لوگوں نے ایجاد کئے وہ باطل ومخذول (ذلیل کیا گیا) ونا قابلِ قبول ہیں۔ مگر آج کل جہاں میں غلط طریقے جو زیادہ رائج ہیں وہ بھی سات ہیں۔

(1) حکایتِ رؤیت

یعنی کچھ لوگ کہیں سے آئے اور خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند دیکھا گیا۔ وہاں کے حساب سے آج یہ تاریخ ہے، اِس کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں۔ فتح القدیر، بحرالرائق، عالمگیریہ، میں ہے کہ

"لو شهد جماعة ان اهل البلدة كذا رأو اهلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلٰثون بحسابهم ولم يرواهولاء الهلال لايباح فطرولا يترك التراويح فى هذه الليلة لانهم لم يشهدوا بالرؤية ولا علىٰ شهادة غيرهم وانما احكوارؤية غيرهم ."

(2) افواہ

شہر میں افواہ اڑ جاتی ہے کہ فلاں جگہ چاند ہوا، جاہل اسے تواتر واستفاضہ سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جس سے پوچھئے سنی ہوئی بات کہتا ہے، صحیح پتہ کوئی نہیں دیتا، منتہائے سند صرف دو ایک ہوتے ہیں اسے استفاضہ سمجھ لینا محض جہالت ہے۔

منحۃ الخالق شرح بحرالرائق میں ہے

"اعلم ان المراد بالا ستفا ضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البدة التى لم يثبت بها لا مجردالا ستفا ضة لانها قد تكون مبنية علىٰ اخبار رجل واحد مثلاً فيشيع الخبر عنه ولا شك ان هذالا يكفىٰ بدليل قولهم اذا استفاز الخبر الخ"

(3) خطوط واخبار

فلاں جگہ سے خط آیا، فلاں اخبار میں یہ لکھا پایا یہ شرعاً بالکل نامعتبر ہے۔ کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ حاکمِ شرع کا خاص مُہری دستخط جس پر خود اُس کی اور محکمۂ دارالقضاء کی مہر لگی اور اُس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا اور یہاں بھی حاکمِ شرع کے نام آئے ہرگز بغیر دو شاہدانِ عادل کے قابلِ قبول نہیں۔ پھر یہ ڈاک کے پرچے کیا قابلِ التفات ہو سکتے ہیں اور اخباری گپیں تو ہرگز نام لینے کے بھی قابل نہیں۔ درمختار میں ہے:

لايعمل بالخط

ہدایہ میں ہے،

الخط یشبه الخط فلایعتبر.

(4)تار

یہ خط سے بھی زیادہ بے اعتبار ہیں کیونکہ خط میں کاتب کے ہاتھ کی علامت تو ہوتی ہے یہاں اِس قدر بھی نہیں تو اِس پر عمل کو کون کہے گا مگرا جہل سا اجہل، جسے علم کے نام سے بھی مس نہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے اِس کے رد میں ایک مفصل رسالہ لکھا جس پر ہندو پاک کے بکثرت علماء نے مہریں کیں۔ اُن کے زمانہ میں کسی صاحب نے تار کی خبر پر جواز کا فتویٰ دیا تھا۔

(5) جنتریوں کابیان

کہ فلاں دن پہلی ہے۔ اول شوافع ومعتزلہ وغیرھم کا خیال اِس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اِس بارے میں معتبر ہوسکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب اُن کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہے مگر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور محققین اُسے ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ درمختار میں ہے۔

لاعبرة بقول الموقتین ولو عد ولا

اور ردالمحتار میں ہے

بل فی المعراج لایعتبر قولهم بالا جماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه.

(6)قیاسات وقرائن

مثلاً چاند بڑا تھا اور روشن تھا، دیر تک رہا ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور پندرھویں ہے اٹھائیسویں نظر آیا تھا، مہینہ تیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی سی وقعت نہیں رکھتے جیسے حدیث شریف میں گذرا۔

(7) استقرائی اوراختراعی قواعد

مثلاً رجب کی چوتھی رمضان کی پہلی ہوگی۔ رمضان کی پہلی ذوالحج کی دسویں ہوگی، اگلے رمضان کی پانچویں، اُس رمضان کی پہلی ہوگی چار مہینے متواتر تیس تیس کے ہوچکے ہیں۔ یہ ضرور انتیس کا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی بالکل نامعتبر ہے۔ وجیز کردری میں ہے:

شهر رمضان جاء یوم الخمیس لایضحی ایضاً فی یوم الخمیس مالم یتحقق انه یوم الخر وما نقل عن علی رضی الله عنه ان اول یوم الصوم یوم النحر لیس بتشریع کلی بل اخبار عن اتفاقی فی هذا

السنة وکذا ماھوا الرابع من رجب لایلز مان یکون غرۃ رمضان بل قد یتفق.

یہ تمام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ کے فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رسالہ ''موجب الطریق ہلال'' سے لیا گیا ہے، بلکہ تبرکاً اکثر عبارتیں مذکورہ رسالہ کی ہیں اب ہمارے زمانہ میں دو غلط طریقے اور بھی نہ صرف رائج ہو گئے ہیں بلکہ تمام شرعی طرق پر حاوی ہو گئے ہیں، وہ یہ ہیں:

ٹیلی فون

یہ خط سے بھی زیادہ مشکوک ہے۔ لان النغمۃ تشبہ النغمۃ (ہدایہ جلد۳) کیونکہ خط میں تو بندہ کے اکتساب کو دخل ہے کہ بڑی جدوجہد کے بعد کبھی ایک دوسرے کے مشابہ ہو جائے اور آواز کی مشابہت تو تخلیقی بات ہے جو عموماً ہر علاقہ میں نہیں بلکہ ہر گھر میں کئی ایک دوسرے کی آواز سے مشابہت رکھتے ہیں بیٹا باپ سے، بھائی بھائی سے، اِسی طرح غیروں کی آواز کی مشابہت بھی بدیہی امر ہے۔ اس خرابی کے علاوہ نامعلوم ٹیلی فون میں بولنے والے کو رویتِ ہلال کس ذریعہ سے موصول ہوئی؟ اگر صحیح ذرائع سے بھی ہو تب بھی ایک خبر ہے اِس میں شہادت کے شرائط موجود نہیں اگرچہ بولنے والا لفظ اَشْھَدُ سے بھی خبر دے۔ اگر اِس میں شہادت والی بات قبول ہے تو دنیاوی اُمور بھی اِس سے طے ہونے چاہئیں حالانکہ اِس کے ذریعہ معمولی اُمور تو بجائے ماند، بہت بڑے اُمور بھی نہیں طے کئے جاسکتے۔ مثلاً زید نے ایک کروڑ روپیہ عمرو کو دینا ہے اور عمرو کے دو گواہ موقع پر موجود تو تھے لیکن اَب وہ دونوں پشاور اور کراچی قیام پذیر ہیں۔ جج صاحب نے عمرو سے گواہ طلب کئے تو اُس نے دو گواہوں کا نام لیا جو ایک کراچی اور دوسرا پشاور میں ہے مدعی نے گواہوں کو اطلاع دی تو ٹیلی فون کے ذریعہ براہ راست جج صاحب سے کہتے ہیں کہ جی ہم دونوں فلاں فلاں صاحب ہیں جنہیں جج صاحب بھی خوب جانتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ زید نے عمرو کا ایک کروڑ روپیہ دینا ہے فلہٰذا عمرو کا دعویٰ سچ ہے، اَب کیا ہوگا۔ جج صاحب کہیں گے! جی یہ بات بالکل تعزیراتِ پاکستان کے خلاف ہے، جب تک آپ لوگ یہاں آ کر گواہی نہ دیں، بات قابل قبول نہیں۔ وہ کہیں کہ ہم اتنے بڑے آدمی اور حکومت کے (اگرچہ صدر ہوں) معتمد علیہ ہیں وغیرہ وغیرہ اور ہمارے آنے پر بہت روپیہ خرچ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حکومت کے اتنے اُمور ضائع ہو جائیں گے۔ جج صاحب کہیں گے! خواہ کچھ ہو یہاں آنا پڑے گا، ورنہ میں نہیں مانتا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ دنیاوی اُمور تو ٹیلی فون سے طے نہ ہوں لیکن شرعی امور کہ جن میں دنیاوی امور سے کہیں بہت زیادہ نزاکت ہے وہ طے ہو جائیں؟ یہ صرف ہماری کمزوری کا نتیجہ ہے شرعی امور ہماری نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ معلوم ہوا کہ شرعی طور پر ٹیلی فون کا کوئی

اعتبار نہیں، اور نہ کوئی گواہی قابل قبول ہوسکتی ہے۔

سوال

اگر کوئی کہے کہ متعدد مقامات سے ٹیلی فون آئے ہیں فلہٰذا اِسے استفاضہ شرعی صحیح طریقہ نمبر ۵ میں داخل کیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب

استفاضہ میں شرائط ذیل ضروری ہیں: استفاضہ میں چند شرائط جوردالمحتار کے حوالہ سے طریقہ نمبر ۵ میں درج کیے ہیں دوبارہ سن لیں۔

(۱)۔۔۔جہاں سے وہ خبریں آئیں وہ شہر اسلامی ہو کہ احکامِ اسلامی کی پابندی ہوتی ہو۔

(۲)۔۔۔وہاں کا حاکم شرعی قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہوں۔

(۳)۔۔۔وہ حاکم خود عالم اور اُن احکام میں علم پر عامل وقائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم ولازم۔

(۴)۔۔۔جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام ومتبع الاحکام ہو کہ احکامِ روزہ وعیدین اُسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہوں۔

(۵)۔۔۔وہاں سے متعدد جماعتیں درکار ہیں کہ جو بالاتفاق وہ خبردیں کہ اُن کی خبر سے یقین یا غلبہ ٔظن ملحق بالیقین ہوجائے۔

ان شرائط کے بعد ہمارے ملک پرایک نظر

(۱)۔۔۔بفضلہٖ تعالیٰ ملک تو ہمارا اسلامی لیکن احکام وقوانینِ اسلامیہ ناپید بلکہ الٹا بڑے بڑے امور وقوانین شرع کے صریح خلاف ہیں۔

(۲)۔۔۔حاکم شرع قاضی اسلام یہاں کالعنقاء ہیں بلکہ الٹی چال کہ ماہ رمضان میں رعایا روزہ دار اور ہمارے حکام اکثر روزہ خور ہوتے ہیں۔

(۳)۔۔۔ہمارے ملک کے حکام علم دین سے بالکل ناواقف اور نہ ہی اُن کو علماء اسلام پر اعتماد بلکہ اپنی مانیں اور اپنی منوائیں۔

(۴) بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے ملک میں بڑے محقق مفتی عالم دین موجود ہیں لیکن ایسے تاریک ماحول میں کہ عوام کو اُن کے فتاویٰ کی کوئی پرواہ نہیں۔

(۵)۔۔۔متعدد جماعات کا آنا تو درکنار ہمارے پاس ایک آدمی کو آنا بھی نصیب نہیں بلکہ ہمارے پاس ریڈیو، ٹیلیفون، تار، خطوط وغیرہ آئے ہیں جن کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں۔ جبکہ تعزیرات اِن اشیاء کو اپنے اُمور کے لیے نہیں مانتی تو ہم کس طرح انہیں شرعی امور میں دخیل کار بنائیں۔

ہماری نظر میں تو تعزیرات کی عزت شریعت کے مقابلے میں چیونٹی کی ٹانگ سے درجہا کم ہے بنا بریں ٹیلیفون، تار، خطوط، ریڈیو کی خبروں کو استفاضہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔

افسوس کہ اسلام سے دوری ونفرت کی حد ہوگئی کہ آج کل کا ماڈرن مسلمان نکاح جیسی مقدس رسم کو "ٹیلیفون" کے ذریعہ ادا کرنے لگا ہے لیکن افسوس کہ جہاں غیر اسلامی امور کا تعلق ہے وہاں بھی مسلمان ٹیلیفون کو روا نہیں رکھتا مثلاً کسی عدالت میں ٹیلیفون پر گواہی دینا یا لینا نئی روشنی کا دلدادہ کلمہ گو روادار نہیں۔ پھر افسوس ہے کہ رویت ہلال یا نکاح کے لیے کیوں روادار بن گیا اُسی کا نام اسلام سے دوری یا نفرت نہیں تو اور کیا ہے۔

ٹیلیفون پر نکاح کرنے والوں کا حشر

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی صاحب اپنی بیٹی کا نکاح ٹیلیفون پر انگلستان میں مقیم کسی پاکستانی صاحب سے کر دیتے ہیں اب جب لڑکی وہاں پہونچتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صاحب تو اَن پڑھ یا برائے نام تعلیم کی وجہ سے وہاں کسی مِل میں مزدور بن چکے ہیں۔ اَب خود بڑی مشکل سے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں۔

ایک بار ایک لڑکی کا نکاح ٹیلیفون پر انگلستان میں مقیم ایک نوجوان سے کر دیا گیا اور لڑکی کو یہاں سے لندن روانہ کیا گیا جب لڑکی وہاں پہونچی تو لڑکے نے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی اور لڑکی کو فوراً ہی واپس پاکستان بھیج دیا گیا۔

(آئین لاہور ۲۶ نومبر ۶۶ء)

یہ ہیں ٹیلیفون کی برکتیں کہ دینی امور میں اسے دخیل بنانے سے اتنی دشواریاں پیش آئیں ورنہ مغربی ملکوں میں بھی جو لوگ سول میرج کرتے ہیں وہ بھی عدالت میں جا کر حاضر ہوتے ہیں الخ

(آئین لاہور ۲۶ نومبر ۶۶ء)

لیکن افسوس کہ دینی امور لوگوں کی نظروں میں اتنے گر گئے ہیں کہ بڑے بڑے اہم اور ضروری مسائل کو مچھر کی ٹانگ

سے بھی معمولی سمجھتے ہیں۔

ریڈیو وٹیلیویژن

رویتِ ہلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ ریڈیو، تار، ٹیلیفون، تاروائرلیس ایسی ہی شہادت کے میدان میں دنیا والوں اور حکومت وقت نے بھی معلوم کیا ہے پھر شریعت مطہرہ روزہ وعیدین جیسی عبادات میں کیسے معتبر مان لے۔

فلہٰذا رویت ہلال کے بارے میں شرعاً ریڈیو کا اعلان نہایت غیر معتبر ہے اس کے چند وجوہات ہیں: اس کا اعلان بسا اوقات غلط ہوتا ہے، چنانچہ بارہا اخبارات میں اور خود ریڈیو میں اعتراف کیا گیا ہے۔ صرف ایک خبر ملاحظہ ہو روزنامہ ''جنگ'' کراچی بروز اتوار ۲۷ فروری ۱۹۶۶ء مطابق ۵ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ بعنوان ''ریڈیو پاکستان کی گھڑی ۶ گھنٹے آگے'' پشاور ۲۵ فروری (پ پ) ریڈیو پاکستان سے گیارہ بجے دن کو خبریں سننے والے حیران رہ گئے، جب ریڈیو نے اعلان کیا کہ مغربی پاکستان کے وقت کے مطابق چھ بجے ہیں یہ اعلان سنتے ہی لوگوں نے اپنی اپنی گھڑیاں دیکھنی شروع کردیں اسی طرح کل ریڈیو پاکستان اور اس کے پروگرام سننے والوں کی گھڑیوں میں ۶ گھنٹے کا فرق تھا۔ دوپہر کو ایک بجے کی خبروں میں ریڈیو پاکستان نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے معذرت بھی کی۔ الخ

اسی طرح ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۶ء کی عید فطر کا جو حشر ہوا، وہ اسی ریڈیو کی مہربانیاں تھیں، اگرچہ حکومت نے رویت ہلال کمیٹی کے ارکین سے باز پرس کی لیکن کیا فائدہ؟ ملک وملت میں جو انتشار پھیلنا تھا وہ تو پھیل گیا۔

جب ریڈیو کا عام خبروں میں یہ حال ہے تو بتایئے شریعت مطہرہ میں اُسے دخیل کار (کاروبار میں دخل دینے والا) بنانے سے کتنی خرابیاں پیدا ہوں گی؟ اور پھر گذشتہ بیانات پر بھی غور فرمایئے کہ شریعتِ مطہرہ نے رویت ہلال کو کیسی نزاکت سے دیکھا ہے۔

(۲)۔۔۔ریڈیو کی خبر گذشتہ صحیح سات طریقوں میں سے کسی ایک میں داخل نہیں۔ استفاضہ میں داخل کرنے کا طریقہ ٹیلیفون کی خبر میں بند ہوچکا ہے۔

سوال:

اُسے نمبرے میں شامل کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ جس طرح وہاں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **یلزم القریٰ ان یصوم بسماع المدافع الخ** اسی طرح ریڈیو کے بارے میں بھی حکومتِ پاکستان نے ''رویت ہلال'' کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی ہے، جس کی تحقیق کے بعد ریڈیو میں چاند کی خبر نشر ہوتی ہے۔

جواب:

واقعی اُسے نمبرے میں داخل کیا جاسکتا ہے لیکن چند وجوہ سے نمبرے میں ریڈیو کا داخلہ بند ہے۔

(۱)۔۔۔جو شرائط نمبرے میں تھے وہ ریڈیو کے اعلان میں مفقود (غائب) ہیں۔

شرائط یہ ہیں:

جہاں سے اعلان ہو وہ شہر اسلامی ہو۔حاکم وہاں کا شریعت کے احکام کا پابند ہو۔رؤیت ہلال کے احکام ایسے لوگوں کے حوالے نہ ہوں جنہیں قواعدِ شرعیہ معلوم نہ ہوں۔ ہمارا ملک بحمدہٖ تعالیٰ ایک اسلامی ملک ہے،مگر ہمارے حکام،احکامِ شرع کے عامل نہیں اور نہ اُن کے قواعد سے اُنہیں واقفیت،اور''ہلال کمیٹی'' کے اراکین کی شرع شناسی بھی برسرِ میدان آگئی کہ پاکستان کے کونے کونے میں اُن کی مذمت ہو رہی ہے۔

(۲)۔۔۔سب سے بڑی بات وہ جو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نمبرے کو شہر کے حوالی دیہات سے مقید کیا تاکہ وہ لوگ قرب کی وجہ سے شہر میں آکر تحقیق کر سکیں۔چنانچہ منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں ہے:

تتمہ ،لم یذکروا عندناالعمل بالا مارات الظاھرۃ الدالۃ علیٰ ثبوت الشھر کضرب المدافع فی زماننا والظاھر وجوب العمل بھا علیٰ من سمعھا ممن کان غائباً عن المصر کاھل القریٰ ونحوھا کما یجب العمل بھا علی اھل المصر الذین لم یروا الحاکم قبل شھادۃ الشھود وقد ذکرھذ الفرع الشافعیۃ فصرح ابن حجر فی التحفۃ انہ یثبت بالا مارات الظاھرۃ الدالۃ التی لاتتخلف عادۃ کرؤیۃ القنا دیل المعلقۃ بالمنائر قال ومخالفۃ جمع فی ذالک غیر صحیحۃ.

یعنی اِن اماراتِ ظاہرہ پر بھی عمل ہے جو ثبوتِ رؤیت ہلال پر دلالت کریں جیسے توپوں کے فائر ہونا اور مناروں پر روشنی ہونا۔اور ظاہر یہ ہے کہ اِس پر عمل کرنا واجب ہے،اِس کو جو توپ کی آواز سنے یا منارے کی روشنی دیکھے اور خود شہر سے دور ہو جیسے قرب وجوار کے دیہاتوں کے رہنے والے اور وہ لوگ اِسی طرح عمل کریں گے جیسے شہر والے کہ حاکم شرعی کو نہیں دیکھا مگر اِس پر عمل کریں گے۔اِس فرع کو شافعیوں نے بیان کیا اور ابن حجر نے تحفہ میں اِس کی صراحت کی لیکن اُس شہر میں حاکم شرعی،قاضی،یا مفتی اسلام کا ہونا شرط ہے کہ اُس کے حکم وفتویٰ سے توپوں کے فائر اور مناروں کی روشنی ہوتی ہے۔

اگر توپوں کے فائر اور مناروں کی روشنی عوام کے اختیار میں ہے اور وہ شرعی قیود وحدود سے آزاد ہیں تو اِس کا کچھ اعتبار

نہیں۔خلاصہ یہ کہ توپوں کے قرائن کر اُن پر عمل کرنے میں وہ ساری شرائط و قیود لازم و ضروری ہیں جو بھی استفاضہ میں بیان کی گئیں اور جن کی تفصیل اردو میں حضور پر نور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ کے مبارک الفاظ میں آپ سن چکے ہیں۔اُس دور کے بعض مدعیان مولویت اِن امارات کو استفاضۃ قرار دیتے اور خبر کو مستفیض بناتے ہیں، اُن بے چاروں کو نہ امارات معلوم نہ کتاب ہی دیکھی جو استفاضہ اور امارات کا فرق ظاہر ہو پھر یہ امارات جب مخصوص ہیں اُس شہر کے قرب و جوار کی آبادیوں اور دیہات والوں کے لئے جو شہر کی توپ کی آواز سنیں اور منارے کی روشنی دیکھیں اور شہر بھی وہی شہر مذکور ہو تو یہ امارات ظاہرہ اقلیم بھر کے لئے نہیں ہیں۔

فافھموا وتدبروا

ردالمحتار میں ہے:

قلت والظاھر انه یلزم لاھل القریٰ ان یصوموا بسماع المدافع اورؤیة القنادیل من المصر لانهٗ علامة ظاھرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن موجبة للعمل کما صرحوا به .

یعنی ظاہر یہ ہے کہ دیہات والوں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا توپ کی آواز سن کر یا منارے کی روشنی دیکھ کر جو شہر میں ہوتی ہے اِس لئے کہ یہ علامت غلبہ ظن کا افادہ کرتی ہے اور غلبہ ظن موجب للعمل ہے جیسا کہ علماء نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے

خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان اوفاسقا کذافی جواھر الاخلاص.

سوال؛

ابن ماجشون مالکی کا مذہب فتح الباری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۵ پر یہ لکھا ہے کہ اگر چاند بادشاہ کے ہاں ثابت ہو جائے اور وہ حکم دے تو کُل مملکت کے لوگوں پر اُس کی تعمیل لازم ہو جائے گی۔کیونکہ پوری مملکت بادشاہِ وقت کے حق میں مثل ایک شہر کے ہے۔اُن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خطوط و ٹیلی فون اور تاروں وغیرہ سے اطمینان ہو جائے اور ریڈیو پر اُس کا اعلان کر دیا جائے تو اُس کی تعمیل رمضان و عید میں سب لوگوں کو کرنی چاہئے۔

جواب:

ابن الماجشون کا فتح الباری میں جو یہ قول لکھا ہے کہ

وقال ابن الماجشون لایلزمھم الصوم الان یثبت عندالامام الاعظم فیلزم الناس کلھم لان البلاد

فی حقہٖ کالبلد الواحد از حکم نافذ فی الجمیع

(فتح جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

تو اول تو فتح الباری اور نیل الاوطار ہمارے متون معروفہ ومشہورہ تو کیا کتب مذہب حنفی میں سے بھی نہیں۔ دوسرے ابومروان عبدالملک ابن الماجشون متوفی ۲۱۲ھ کا یہ قول خود مذہب مالک کے خلاف ہے جو یہ ہے:

قال القرطبی وقد قال شیوخنا اذا کانت رؤیۃ الھلال ظاھرۃ قاطعۃ بموضع ثم نقل الیٰ غیرھم بشھادۃ اثنتین لزمھم الصوم .

(جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ فتح الباری)

تو لزوم (لازمی) صوم کے لئے احناف وشوافع کی مالکیہ کا بھی یہی مذہب مختار ہے کہ ثبوتِ صوم بطریق موجب (شہادت) ہونا چاہئے، تیسرے یہ تمام بحث ثبوت شہر صوم کے ضمن میں ہے اور صوم وفطر کے احکام مختلف ہیں، دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا درست نہیں۔

اب انصاف کیا جائے کہ ایک جگہ (فتح ونیل) سے ابن الماجشون مالکی کے مخالف مذہب قول سے استدلال کرنا اور شامی کے قول فی باب الصوم یعنی سماع مدافع ورؤیت قنادیل معلقہ علی المنار للقری القریبہ سے استناد پکڑنا اور پھر کراچی ریڈیو کے اعلانِ عید الفطر کو سارے ملک وبلاد بعیدہ (دور دراز کے علاقے) کے لوگوں کے لئے واجبُ العمل قرار دینا کتنی صریح ناانصافی ہے اور متون معروفہ مشہورہ میں مفتی بہ روایات کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔

فائدہ:

ماہرینِ شرع کو بخوبی معلوم ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی دوررس نگاہ اپنی امت کے لئے جو قانون جاری کرتی ہے، وہ امت کے ہر علاقہ اور ہر زمانہ کے لئے یکساں اور ایسا آسان ہوتا ہے کہ جس سے ہر غریب وامیر شاہ وگدا اور عالم وجاہل اور ہر اعرابی وشہری برابر مستفید ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے رویت ہلال بھی ہے۔

حدیث شریف میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام امت کو ان پڑھ کہا ہے حالانکہ اسلام میں ایسے حضرات بھی گذرے اور موجود ہیں کہ جن کی فلکیات دانی سے بدمذہب بھی انگشت بدنداں ہیں لیکن امت کے

آقا ﷺ نے اپنی اُمت کے تمام اَفراد کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنے کا قانون بنایا۔ تا کہ آئندہ چل کر نئی ایجادات کے مقلد نہ بنیں بلکہ اپنے نبی کریم ﷺ کے فرمان پر چلیں۔

(۵)۔۔۔تمام مکتب فکر کے علماء متفق ہوں گے کہ ''رویت ہلال'' میں کسی ایک خبر کا بھی اعتبار نہیں، اور گذشتہ بیانات میں بھی فقیر نے تصریحات پیش کی ہیں، کیونکہ رویت ہلال میں شہادت (گواہی) ضروری ہے۔ اور ریڈیو دن میں چاہے لاکھ بار بولے تب بھی اُس کا نام خبر ہے۔ اگر کسی کو ریڈیو کی خبر کو شہادت کا درجہ دینے کا شوق ہے تو کر کے دکھلائے۔

(۶)۔۔۔اگر ہم مان لیں کہ ''ہماری حکومت کمیٹی کے ذریعہ کام سرانجام دیتی ہے لیکن شریعت کی نزاکت اُسے نہیں مانتی گذشتہ بیانات میں ''کتاب القاضی الی القاضی'' کے عنوان میں گذرا کہ اگرچہ خط بھی قاضی کا یقینی ہو اور اس کے محکمہ کی مہر بھی اس پر ثبت ہو اور قاضی کا اپنا آدمی لے جائے تب بھی شریعتِ مطہرہ اس طریق سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں مانتی۔

ریڈیو کی خبر معتبر ماننے والے ذرا غور فرمائیں، کہ پچھلے قاضیوں کا اتقاء (پرہیزگاری تقویٰ) کتنا بلند تھا، اور بادشاہوں کی شریعت نوازی بھی کیسی بے نظیر تھی لیکن باوجود ایں ہمہ شریعت نے یک لخت اُن کی کاروائی کو ٹھکرا دیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ریڈیو کی خبروں کو بارہا آزمایا گیا ہے کہ ریڈیو کی خبریں غلط اور سفید جھوٹ بھی نشر ہو جاتی ہے اور پھر متضاد خبروں کا کیا کہنا ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء کی عید کا اعلان کس سے مخفی ہے کہ رات کے پہلے حصہ میں اعلان ہوتا ہے کہ کل عید نہیں لیکن پھر پچھلی رات ریڈیو بول پڑتا ہے کہ نہیں! کل ضرور عید ہے۔ پھر عوام میں جو انتشار پیدا ہوا اُس سے کون بے خبر ہے؟ یہ سب کچھ ریڈیو کی نوازش تھی۔

(۷)۔۔۔اگر ریڈیو کے اعلان کو معتبر مانا جائے تو ایک جرم عظیم کا ارتکاب سر پر آتا ہے وہ یہ کہ اگر خدانخواستہ آج چاند نہ ہو، اگر ہو بھی تو شرعی طور پر تمام ملک کے لئے اِس کا اعلان شرعاً غیر معتبر ہونا ثابت ہو جائے تو جتنے لوگ آج کے دن روزہ نہ رکھیں گے یا روزہ رکھ کر توڑ دیں۔ جیسا کہ عموماً ہر سال ریڈیو کی کرم نوازیوں سے ہو رہا ہے تو اُن سب لوگوں کا گناہ ریڈیو کے اعلان کنندگان اور اُسے معتبر ماننے والے مفتی صاحبان پر ہوگا۔ حکومتِ پاکستان اور حضرات علماء کرام و مشائخ عظام تھوڑا سا سر بگریباں ہو کر بارگاہ لایزال کی حاضری کو سامنے لا کر سوچیں کہ ریڈیو کی خبر معتبر ماننے سے پاکستان کی اتنی

بڑی آبادی کے گناہ قیامت کے دن کس کے سر پر رکھے جائیں گے۔

(۸)۔۔اگر خدانخواستہ آج چاند نہ ہوا ہو، لیکن شرعاً غیر معتبر ثابت ہو، تو وقت سے پہلے عید ہوئی یا نہ؟ اگر پہلے عید ہوئی تو بتایئے ثواب کے بجائے عذاب گلے پڑے گا، یا نہ؟

بخلاف اِس کے کہ فرمایا فان غم علیکم فاکملو العدة ثلاثین اِس میں نہ تو روزے توڑے جاتے ہیں اور نہ عید وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے بلکہ اگر چاند ہو بھی، تب بھی شرعِ مطہرہ نے بوقت مجبوری توسیع بخشی کہ اگر پہلے دن عید نہ ہو سکے تو دوسرے روز پڑھ لو۔

ریڈیو سے رؤیت ہلال ثابت کرنے سے حکومت کو نقصان

رؤیت ہلال کے بارے میں تقریباً حکومت کا یہ خیال ہے کہ تمام ملکِ پاکستان میں ایک عید ہو، تا کہ انتشار نہ پھیلے۔ لیکن بار ہا کا مشاہدہ ہے کہ جتنا انتشار کے فرو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اِس سے کئی گنا زائد نہ صرف انتشار پھیلتا ہے بلکہ حکومت کے مخالفین کو انگشت نمائی کا خوب موقع ملتا ہے۔

علاوہ ازیں حکومت رعایا کو ایک عید منانے پر پابند کرنے کی مکلّف بھی نہیں، اور نہ کسی طرح پابند کر سکتی ہے، اور نہ پابندی سے اُسے فائدہ ہے اگر اس میں کوئی ملکی وملی فائدہ ہوتا تو حضور سرورِ عالم ﷺ (کہ ان سے زائد ملک وملت کا بھی خواہ اور کون ہو سکتا ہے) اس کے لئے ضرور اہتمام فرماتے، یا اُمتِ مسلمہ کو حکم فرماتے، لیکن نہیں اور ہرگز نہیں۔ نہ آپ نے خود کبھی ایسا کیا، اور نہ آپ کے خلفاء راشدین نے، اور نہ دیگر بڑے بڑے مدبرین نے ایک عید کا پروگرام بنایا بلکہ صحاح ستہ کی صحیح اور مستند روایات بتاتی ہیں کہ خیر القرون میں بھی دو دو عیدیں ہو جاتی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری حکومت پاکستان ایک معمولی مسئلہ کی وجہ سے ملکی انتشار کے ساتھ ساتھ کمیٹی کے اخراجات سر پر رکھتی ہے اور طرح طرح کے مصائب الٹے گلے میں، اور پھر بدنامی سوا۔

حکومت پر تعجب بھی ہے اور حیرت بھی کہ ایک معمولی مسئلہ پر اتنا زور لگا رہی ہے کہ جس سے الٹا اُسے نقصان بھی ہے اور سینما، شراب خانے، زنا خانے، اور دیگر بڑے بڑے مسائل کی جن کی خرابیوں سے ملک وملت اور معاشرہ بہت تنگ ہے اُس پر کوئی توجہ ہی نہیں، بلکہ ایسے اسباب تیار کر کے دیتی ہے کہ جن سے ایسے مراکز مضبوط قلعوں کی طرح اِستوار ہو رہے ہیں، جس کے معنٰی یہ ہوئے کہ حکومت ملک وملّت کا گلا گھونٹنے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے کارروائی کر رہی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ایسے بڑے مراکز بند کر دیئے جائیں تو ملک وملّت کی زندگی اِسی طرح پرسکون

گزرے گی جس طرح چند صدیوں پہلے تھی۔

حکومت کو نیک مشورہ

جہاں تک حکومت کا اپنے اُمور کو بہتر بنانے کا تعلق ہے اُس میں جتنا زور لگائے اُس کے لئے بہتر ہے، لیکن اُمور شرعیہ میں دخل اندازی سے اُسے بجائے نفع کے نقصان ہوگا جب تک کہ اُن معاملات میں علماء کرام ومشائخ عظام کو اپنا مقتدا نہ بنائے۔ ہماری حکومت سُوپر پاجائے لیکن سلطان محمود غزنوی یا اُورنگزیب عالمگیر وغیرہ کے دورِ حکومت کا نمونہ نہیں بن سکتی۔ اور اُنہوں نے بھی اتنا بڑا نام پیدا کیا تو علماء کرام کی بدولت، فلہٰذا حکومت سے نہایت مخلصانہ طور پر اپیل ہے کہ اُمورِ شرعیہ خصوصاً رؤیتِ ہلال میں دخل انداز نہ ہو۔

حکومت کے لئے ضروری تجویز

اگر حکومت کو رؤیت ہلال کے مسئلہ میں دخل دینے کا شوق ہے، تو پھر فقیر کی طرف سے ذیل کی تجویز پیش ہے کہ ہر یونین کا چیئر مین تمام ممبران کو ہدایت دے کہ ہر ماہ کے چاند کی پہلی تاریخ خصوصاً شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذوالحجہ، کو چاند دیکھنے پر دو معتبر گواہ شرعی طور پر یونین میں اپنی گواہی درج کرائیں، پھر سرکاری طور پر تحصیل وضلع کمیٹیاں ہوں جن میں ہر تحصیل وضلع کے مشہور اور ذمہ دار علماء کرام شریک ہوں جو اپنے اپنے مقامات سے شرعی طور پر تحقیق کر کے ریڈیو میں یوں اعلان کریں کہ فلاں فلاں جگہ پر چاند ہوگیا ہے لہٰذا جہاں چاند نظر نہیں آیا وہ اپنے قریبی مقامات سے بطریقِ شرعی شہادت مہیا ہو اس پر یقین کرے۔ اِس طرح سے بفضلہ تعالیٰ شرعی ضابطہ بھی قائم ہوسکتا ہے اور حکومت کا مقصد بھی پورا ہوگا اور عید کی گڑبڑ بھی نہیں ہوگی اور نہایت ہی سکون حاصل ہوگا۔ جس سے مخالفین کو بھی انگشتِ نمائی (بدنامی اور رسوائی) کا موقع نہیں ملے گا۔

مشائخ وعلماء سے اپیل

آپ حضرات سے گذارش ہے کہ دین کے ہر مسئلہ میں اور خصوصاً وہ مسائل جن میں حکومت دخل انداز ہو، حکومت کے دباؤ کے تاثر کو پسِ پشت ڈال کر اللہ تعالیٰ کی حاضری کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی تحقیق یوں کریں کہ جس میں ملک وملّت کا بھلا ہو، اِس میں سر جائے تو جائے لیکن دین نہ جائے، اور اسلام کو آنچ نہ آئے۔ میری یہ استدعا (خواہش اور درخواست) ملحوظ (لحاظ کیا گیا) خاطر رہے کہ جن مسائل میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریحات فرمائی ہیں، اُن میں آپ نئے محقق بن کر اپنی قیاس آرائیاں نہ کریں، اور دین میں رخنہ (فتنہ اور فساد) نہ ڈالیں۔ خدا محفوظ رکھے آج کل کے نئے محققین سے

۔یہ اُن کی مہربانیاں ہیں کہ اپنے اسلاف کے قدموں سے ہٹ کر اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد تیار کرنے پر دین کے مضبوط قلعہ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

عوام سے اپیل

عموماً چاند کی گڑبڑ صرف عید منانے پر ہوتی ہے کیونکہ جو روزہ کا عاشق ہے وہ کب اتنی عجلت کرتا ہے جب کہ وہ انتیس روز بھوکے پیاسے رہ کر گذار چکا ہے تو اب صرف ایک دن میں اُسے موت نہیں آتی۔ اگر روزہ خور نہ ہو تو بحمدہٖ تعالیٰ کبھی ایسی گڑبڑ نہ ہو۔ فلہٰذا عوام سے اپیل ہے کہ اُن روزہ خوروں سے بچ کر علماءِ کرام سے ہی مشورہ لیں۔ لیکن وہ علماء کرام جو ریڈیو کے مقلد نہیں، بلکہ شرعی شہادت کے پابند ہیں۔

اگر ریڈیو کہہ بھی دے، تب بھی آپ کو جب تک شرعی گواہ میسر نہ ہو، اُس وقت تک روزہ نہ توڑیں ورنہ قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا۔ کیونکہ روزہ توڑنے میں شدید گناہ کے علاوہ بہت بڑی نعمت کو ضائع کرنا ہے کہ ہزار مہینوں کے روزے ایک طرف اور ماہِ رمضان کا ایک روزہ ایک طرف تب بھی رمضان کے روزہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

باقی رہا یہ وہم کہ روزہ رکھیں گے اور آج عید ہو تو پھر گناہ ہوگا یہ خیال غلط ہے کیونکہ عید کا روزہ اُس وقت گناہ ہے جب کہ شرعی عید ہو ورنہ گناہ کیسا۔ اِس کے برعکس بھی تصور کر لیا کرو کہ اگر آج رمضان ہو، اور ہم روزہ توڑ دیں تو پھر کتنا سخت گناہ ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

فقط والسلام

الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ